إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ⑮

دوسرا قرآن لائیے [1] یا اس میں کچھ ترمیم کر دیجئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) یوں کہہ دیجئے کہ مجھے یہ حق نہیں کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کر دوں [2] بس میں تو اسی کا اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ سے پہنچا ہے' اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔ [3] (١٥)

قُل لَّوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَا تَلَوْتُهُۥ عَلَيْكُمْ وَلَآ أَدْرَىٰكُم بِهِۦ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِۦٓ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ⑯

آپ یوں کہہ دیجئے کہ اگر اللہ کو منظور ہوتا تو نہ تو میں تم کو وہ پڑھ کر سناتا اور نہ اللہ تعالیٰ تم کو اس کی اطلاع دیتا [4] کیونکہ میں اس سے پہلے تو ایک بڑے حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں۔ پھر کیا تم عقل نہیں رکھتے۔ [5] (١٦)

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ ٱفْتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِـَٔايَٰتِهِۦٓ ۚ إِنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلْمُجْرِمُونَ ⑰

سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلائے' یقیناً ایسے مجرموں کو اصلاً فلاح نہ ہو گی۔ (١٧)

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ

اور یہ لوگ اللہ کے سوا [6] ایسی چیزوں کی عبادت

(١) مطلب یہ ہے کہ یا تو اس قرآن مجید کی جگہ قرآن ہی دوسرا لائیں یا پھر اس میں ہماری حسب خواہش تبدیلی کر دیں۔

(٢) یعنی مجھ سے دونوں باتیں ممکن نہیں میرے اختیار میں ہی نہیں۔

(٣) یہ اس کی مزید تاکید ہے۔ میں تو صرف اسی بات کا پیرو ہوں جو اللہ کی طرف سے مجھ پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں کسی کمی بیشی کا میں ارتکاب کروں گا تو یوم عظیم کے عذاب سے میں محفوظ نہیں رہ سکتا۔

(٤) یعنی سارا معاملہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے' وہ چاہتا تو میں نہ تمہیں پڑھ کر سناتا نہ تمہیں اس کی کوئی اطلاع ہی ہوتی۔ بعض نے أَدْرَاكُمْ بِهِ کے معنی کیے ہیں أَعْلَمَكُمْ بِهِ عَلَىٰ لِسَانِي 'کہ وہ تم کو میری زبانی اس قرآن کی بابت کچھ نہ بتلاتا۔

(٥) اور تم بھی جانتے ہو کہ دعوائے نبوت سے قبل چالیس سال میں نے تمہارے اندر گزارے ہیں۔ کیا میں نے کسی استاذ سے کچھ سیکھا ہے؟ اسی طرح تم میری امانت و صداقت کے بھی قائل رہے ہو۔ کیا اب یہ ممکن ہے کہ میں اللہ پر افترا باندھنا شروع کر دوں؟ مطلب ان دونوں باتوں کا یہ ہے کہ یہ قرآن اللہ ہی کا نازل کردہ ہے نہ میں نے کسی سے سن یا سیکھ کر اسے بیان کیا ہے اور نہ یوں ہی جھوٹ موٹ اسے اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

(٦) یعنی اللہ کی عبادت سے تجاوز کر کے نہ کہ بالکلیہ اللہ کی عبادت ترک کر کے۔ کیونکہ مشرکین اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ اور غیر اللہ کی بھی۔

وَيَعُولُونَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾

کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں (۱) اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ (۲) آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں' نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں' (۳) وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔ (۴) (۱۸)

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور تمام لوگ ایک ہی امت کے تھے پھر انہوں نے اختلاف پیدا کر لیا (۵) اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے تو جس چیز میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں ان کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ (۶) (۱۹)

وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ

اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی جانب

---

(۱) جب کہ معبود کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے اطاعت گزاروں کو بدلہ اور اپنے نافرمانوں کو سزا دینے پر قادر ہو۔

(۲) یعنی ان کی سفارش سے اللہ ہماری ضرورتیں پوری کر دیتا ہے۔ ہماری بگڑی بنا دیتا ہے یا ہمارے دشمن کی بنی ہوئی بگاڑ دیتا ہے۔ یعنی مشرکین بھی اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے تھے ان کو نفع ضرر میں مستقل نہیں سمجھتے تھے بلکہ اپنے اور اللہ کے درمیان واسطہ اور وسیلہ سمجھتے تھے۔

(۳) یعنی اللہ کو تو اس بات کا علم نہیں کہ اس کا کوئی شریک بھی ہے یا اس کی بارگاہ میں سفارشی بھی ہوں گے؟ گویا یہ مشرکین اللہ کو خبر دیتے ہیں کہ تجھے گو خبر نہیں۔ لیکن ہم تجھے بتلاتے ہیں کہ تیرے شریک بھی ہیں اور سفارشی بھی ہیں جو اپنے عقیدت مندوں کی سفارش کریں گے۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرکین کی یہ باتیں بے اصل ہیں' اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک اور برتر ہے۔

(۵) یعنی یہ شرک' لوگوں کی اپنی ایجاد ہے۔ ورنہ پہلے پہل اس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ تمام لوگ ایک ہی دین اور ایک ہی طریقے پر تھے اور وہ اسلام ہے جس میں توحید کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام تک لوگ اسی توحید پر قائم رہے۔ پھر ان میں اختلاف ہو گیا اور کچھ لوگوں نے اللہ کے ساتھ' دوسروں کو بھی معبود' حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا شروع کر دیا۔

(۶) یعنی اگر اللہ کا یہ فیصلہ نہ ہوتا کہ اتمام حجت سے پہلے کسی کو عذاب نہیں دینا ہے' اسی طرح اس نے مخلوق کے لیے ایک وقت موعود کا تعین نہ کیا ہوتا تو یقیناً وہ ان کے مابین اختلافات کا فیصلہ اور مومنوں کو سعادت مند اور کافروں کو عذاب و مشقت میں مبتلا کر چکا ہوتا۔

فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿٢٠﴾

سے کوئی نشانی کیوں نہیں نازل ہوتی؟[1] سو آپ فرما دیجئے کہ غیب کی خبر صرف اللہ کو ہے[2] سو تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔(۲۰)

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ۭ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿٢١﴾

اور جب ہم لوگوں کو اس امر کے بعد کہ ان پر کوئی مصیبت پڑ چکی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں[3] تو وہ فوراً ہی ہماری آیتوں کے بارے میں چالیں چلنے لگتے ہیں،[4] آپ کہہ دیجئے کہ اللہ چال چلنے میں تم سے زیادہ تیز ہے،[5] بالیقین ہمارے فرشتے تمہاری سب چالوں کو لکھ رہے ہیں۔(۲۱)

هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَاۗءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ

وہ اللہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں چلاتا ہے،[6] یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ

(۱) اس سے مراد کوئی بڑا اور واضح معجزہ ہے، جیسے قوم ثمود کے لیے اونٹنی کا ظہور ہوا۔ ان کے لیے صفا پہاڑی کو سونے کا یا مکے کے پہاڑوں کو ختم کر کے ان کی جگہ نہریں اور باغات بنانے کا یا اور اس قسم کا کوئی معجزہ صادر کر کے دکھلایا جائے۔

(۲) یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی خواہشات کے مطابق وہ معجزے تو ظاہر کر کے دکھلا سکتا ہے۔ لیکن اس کے بعد بھی اگر وہ ایمان نہ لائے تو پھر اللہ کا قانون یہ ہے کہ ایسی قوم کو فوراً وہ ہلاک کر دیتا ہے۔ اس لیے اس بات کا علم صرف اسی کو ہے کہ کسی قوم کے لیے اس کی خواہشات کے مطابق معجزے ظاہر کر دینا، اس کے حق میں بہتر ہے یا نہیں؟ اور اسی طرح اس بات کا علم بھی صرف اسی کو ہے کہ ان کے مطلوبہ معجزے اگر ان کو نہ دکھائے گئے تو انہیں کتنی مہلت دی جائے گی؟ اسی لیے آگے فرمایا ''تم بھی انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں''۔

(۳) مصیبت کے بعد نعمت کا مطلب ہے، تنگی، قحط سالی اور آلام و مصائب کے بعد، رزق کی فراوانی، اسباب معیشت کی ارزانی وغیرہ۔

(۴) اس کا مطلب ہے کہ وہ ہماری ان نعمتوں کی قدر اور ان پر اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے بلکہ کفر و شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یعنی یہ ان کی وہ بری تدبیر ہے جو وہ اللہ کی نعمتوں کے مقابلے میں اختیار کرتے ہیں۔

(۵) یعنی اللہ کی تدبیر، ان سے کہیں زیادہ تیز ہے جو وہ اختیار کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ ان کا مؤاخذہ کرنے پر قادر ہے، وہ جب چاہے ان کی گرفت کر سکتا ہے، فوراً بھی اور اگر اس کی حکمت تاخیر کی مقتضی ہو تو بعد میں بھی۔ مکر، عربی زبان میں خفیہ تدبیر اور حکمت عملی کو کہتے ہیں، جو اچھی بھی ہو سکتی ہے اور بری بھی۔ یہاں اللہ کی عقوبت اور گرفت کو مکر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۶) يُسَيِّرُكُمْ، وہ تمہیں چلاتا یا چلنے پھرنے اور سیر کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ ''خشکی میں''۔ یعنی اس نے تمہیں قدم عطا

وَجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۲۲﴾

کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں ان پر ایک جھونکا سخت ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اٹھتی چلی آتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ (برے) آگھرے،[1] (اس وقت) سب خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارتے ہیں[2] کہ اگر تو ہم کو اس سے بچالے تو ہم ضرور شکر گزار بن جائیں گے۔(۲۲)

کیے جن سے تم چلتے ہو، سواریاں مہیا کیں، جن پر سوار ہو کر دور دراز کے سفر کرتے ہو۔ "اور سمندر میں" یعنی اللہ نے تمہیں کشتیاں اور جہاز بنانے کی عقل اور سمجھ دی، تم نے وہ بنائیں اور ان کے ذریعے سے سمندروں کا سفر کرتے ہو۔

(۱) أُحِيطَ بِهِمْ کا مطلب ہے، جس طرح دشمن کسی قوم یا شہر کا احاطہ یعنی محاصرہ کر لیتا ہے اور پھر وہ دشمن کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں، اسی طرح وہ جب سخت ہواؤں کے تھپیڑوں اور تلاطم خیز موجوں میں گھر جاتے ہیں اور موت ان کو سامنے نظر آتی ہے۔

(۲) یعنی پھر وہ دعا میں غیر اللہ کی ملاوٹ نہیں کرتے جس طرح عام حالات میں کرتے ہیں۔ عام حالات میں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ بزرگ بھی اللہ کے بندے ہیں، انہیں بھی اللہ نے اختیارات سے نواز رکھا ہے اور انہی کے ذریعے سے ہم اللہ کا قرب تلاش کرتے ہیں۔ لیکن جب اس طرح شدائد میں گھر جاتے ہیں تو یہ سارے شیطانی فلسفے بھول جاتے ہیں اور صرف اللہ یاد رہ جاتا ہے اور پھر صرف اسی کو پکارتے ہیں۔ اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ انسان کی فطرت میں اللہ واحد کی طرف رجوع کا جذبہ ودیعت کیا گیا ہے۔ انسان ماحول سے متاثر ہو کر اس جذبے یا فطرت کو دبا دیتا ہے لیکن مصیبت میں یہ جذبہ ابھر آتا ہے اور یہ فطرت عود کر آتی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ توحید، فطرت انسانی کی آواز اور اصل چیز ہے، جس سے انسان کو انحراف نہیں کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اس سے انحراف فطرت سے انحراف ہے جو سراسر گمراہی ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مشرکین، جب اس طرح مصائب میں گھر جاتے تو وہ اپنے خود ساختہ معبودوں کے بجائے، صرف ایک اللہ کو پکارتے تھے چنانچہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب مکہ فتح ہو گیا تو یہ وہاں سے فرار ہو گئے۔ باہر کسی جگہ جانے کے لیے کشتی میں سوار ہوئے، تو کشتی طوفانی ہواؤں کی زد میں آ گئی، جس پر ملاح نے کشتی میں سوار لوگوں سے کہا کہ آج اللہ واحد سے دعا کرو، تمہیں اس طوفان سے اس کے سوا کوئی نجات دینے والا نہیں ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے سوچا اگر سمندر میں نجات دینے والا صرف ایک اللہ ہے تو خشکی میں بھی یقیناً نجات دینے والا وہی ہے۔ اور یہی بات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کر لیا اگر یہاں سے میں زندہ بچ کر نکل گیا تو مکہ واپس جا کر اسلام قبول کر لوں گا۔ چنانچہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ (سنن نسائی، أبوداود- نمبر ۲۶۸۳- وذكره الألباني في

فَلَمَّآ اَنۡجٰىهُمۡ اِذَا هُمۡ يَبۡغُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ‌ؕ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغۡيُكُمۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ‌ۙ مَّتَاعَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا‌ ثُمَّ اِلَـيۡنَا مَرۡجِعُكُمۡ فَنُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۳﴾

پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو بچالیتا ہے تو فوراً ہی وہ زمین میں ناحق سرکشی کرنے لگتے ہیں (۱) اے لوگو! یہ تمہاری سرکشی تمہارے لیے وبال ہونے والی ہے (۲) دنیاوی زندگی کے (چند) فائدے ہیں' پھر ہمارے پاس تم کو آنا ہے پھر ہم سب تمہارا کیا ہوا تم کو بتلادیں گے۔(۲۳)

اِنَّمَا مَثَلُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ مِمَّا يَاۡكُلُ النَّاسُ وَالۡاَنۡعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الۡاَرۡضُ زُخۡرُفَهَا وَازَّيَّنَتۡ وَظَنَّ اَهۡلُهَاۤ اَنَّهُمۡ قٰدِرُوۡنَ عَلَيۡهَاۤ ۙ اَتٰٮهَاۤ اَمۡرُنَا لَيۡلًا اَوۡ نَهَارًا فَجَعَلۡنٰهَا حَصِيۡدًا كَاَنۡ لَّمۡ تَغۡنَ بِالۡاَمۡسِ‌ ؕ كَذٰلِكَ نُـفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۲۴﴾

پس دنیاوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کی نباتات' جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں' خوب گنجان ہو کر نکلی۔ یہاں تک کہ جب وہ زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور اس کی خوب زیبائش ہو گئی اور اس کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم اس پر بالکل قابض ہو چکے تو دن میں یا رات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حکم (عذاب) آپڑا سو ہم نے اس کو ایسا صاف کر دیا (۳) کہ گویا کل وہ موجود ہی نہ تھی۔ ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے جو سوچتے ہیں۔(۲۴)

"الصحیحۃ" نمبر ۱۷۲۳) لیکن افسوس! امت محمدیہ کے عوام اس طرح شرک میں پھنسے ہوئے ہیں کہ شدائد و آلام میں بھی وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے کے بجائے' فوت شدہ بزرگوں کو ہی مشکل کشا سمجھتے اور انہی کو مدد کے لیے پکارتے ہیں۔ فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ آه! فَلْيَبْكِ عَلَى الإِسْلَامِ مَنْ كَانَ بَاكِيًا.

(۱) یہ انسان کی اسی ناشکری کی عادت کا ذکر ہے جس کا تذکرہ ابھی آیت ۱۲ میں بھی گزرا' اور قرآن میں اور بھی متعدد مقامات پر اللہ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا' تم یہ ناشکری اور سرکشی کر لو' چار روزہ متاع زندگی سے فائدہ اٹھا کر بالآخر تمہیں ہمارے ہی پاس آنا ہے' پھر ہم تمہیں' جو کچھ تم کرتے رہے ہو گے' بتلائیں گے یعنی ان پر سزا دیں گے۔

(۳) حَصِيدًا فعیل بمعنی مفعول ہے أَيْ: مَحْصُودًا یعنی ایسی کھیتی ہے جسے کاٹ کر ایک طرف رکھ دیا گیا ہو اور کھیت صاف ہو گیا ہو۔ دنیا کی زندگی کو اس طرح کھیتی سے تشبیہ دے کر اس کے عارضی پن اور ناپائیداری کو واضح کیا گیا ہے کہ کھیتی بھی بارش کے پانی سے نشوونما پاتی اور سرسبز و شاداب ہوتی ہے لیکن اس کے بعد اسے کاٹ کر فنا کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٢٥

اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف تم کو بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ راست پر چلنے کی توفیق دیتا ہے۔(۲۵)

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا
ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝٢٦

جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے واسطے خوبی ہے اور مزید بر آں بھی[1] اور ان کے چہروں پر نہ سیاہی چھائے گی اور نہ ذلت' یہ لوگ جنت میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔(۲۶)

وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَاۗءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ
مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا
مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝٢٧

اور جن لوگوں نے بد کام کیے ان کی بدی کی سزا اس کے برابر ملے گی[2] اور ان کو ذلت چھائے گی' ان کو اللہ تعالیٰ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔[3] گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کے پرت کے پرت لپیٹ دیے گئے ہیں۔[4] یہ لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں' وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔(۲۷)

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ
اَنْتُمْ وَشُرَكَاۗؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاۗؤُهُمْ

اور وہ دن بھی قابل ذکر ہے جس روز ہم ان سب کو جمع کریں گے[5] پھر مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور

---

(۱) اس زیادہ کے کئی مفہوم بیان کیے گئے ہیں لیکن حدیث میں اس کی تفسیر دیدار باری تعالیٰ سے کی گئی ہے جس سے اہل جنت کو جنت اور جنت کی نعمتیں دینے کے بعد' مشرف کیا جائے گا۔(صحیح مسلم کتاب الإیمان' باب إثبات رؤیة المؤمنین فی الآخرة لربهم)

(۲) گزشتہ آیت میں اہل جنت کا تذکرہ تھا' اس میں بتلایا گیا تھا کہ انہیں ان کے نیک عملوں کی جزا کئی کئی گنا ملے گی اور پھر مزید دیدار الٰہی سے نوازے جائیں گے۔ اس آیت میں بتلایا جا رہا ہے کہ برائی کا بدلہ برائی کے مثل ہی ملے گا۔ سَیِّئَاتٌ سے مراد کفر و شرک اور دیگر معاصی ہیں۔

(۳) جس طرح کہ اہل ایمان کو بچانے والا اللہ تعالیٰ ہو گا اسی طرح انہیں اس روز اپنے فضل خاص سے نوازے گا علاوہ ازیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو شفاعت کی اجازت بھی دے گا' جن کی شفاعت بھی وہ قبول فرمائے گا۔

(۴) یہ مبالغہ ہے کہ ان کے چہرے اتنے سخت سیاہ ہوں گے۔ اس کے برعکس اہل ایمان کے چہرے ترو تازہ اور روشن ہوں گے جس طرح سورۂ آل عمران' آیت ۱۰۶۔ ﴿ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ ﴾ الآیة۔ سورۂ عبس ۳۸-۴۱ اور سورۂ قیامت میں ہے۔

(۵) جَمِيْعًا سے مراد' ازل سے ابد تک کے تمام اہل زمین انسان اور جنات ہیں' سب کو اللہ تعالیٰ جمع فرمائے گا۔ جس طرح کہ دوسرے مقام پر فرمایا ﴿ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴾ (الکهف-۴۷) ''ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے' کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے''۔

مَّا كُنۡتُمۡ اِيَّانَا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۲۸﴾

تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھہرو[1] پھر ہم ان کے آپس میں پھوٹ ڈال دیں گے[2] اور ان کے وہ شرکا کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ (۲۸)

فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًۢا بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ اِنۡ كُنَّا عَنۡ عِبَادَتِكُمۡ لَغٰفِلِيۡنَ ﴿۲۹﴾

سو ہمارے تمہارے درمیان اللہ کافی ہے گواہ کے طور پر' کہ ہم کو تمہاری عبادت کی خبر بھی نہ تھی۔[3] (۲۹)

هُنَالِكَ تَبۡلُوۡا كُلُّ نَفۡسٍ مَّاۤ اَسۡلَفَتۡ وَرُدُّوۡۤا اِلَى اللّٰهِ مَوۡلٰٮهُمُ الۡحَـقِّ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۳۰﴾

اس مقام پر ہر شخص اپنے اگلے کیے ہوئے کاموں کی جانچ کرلے گا[4] اور یہ لوگ اللہ کی طرف جو ان کا مالک حقیقی ہے لوٹائے جائیں گے اور جو کچھ جھوٹ باندھا کرتے تھے سب ان سے غائب ہو جائیں گے۔[5] (۳۰)

---

(۱) ان کے مقابلے میں اہل ایمان کو دوسری طرف کر دیا جائے گا۔ یعنی اہل ایمان اور اہل کفر و شرک دونوں کو الگ الگ ایک دوسرے سے ممتاز کر دیا جائے گا۔ جیسے فرمایا ﴿ وَامۡتَازُوا الۡيَوۡمَ اَيُّهَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ ﴾(سورۃ یٰسٓ-۵۹) ﴿ يَوۡمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوۡنَ ﴾ (الروم-۴۳)اس دن لوگ گروہوں میں بٹ جائیں گے۔" یعنی دو گروہوں میں۔ أَيْ : يَصِيْرُوْنَ صِدْعَيْنِ. (ابن کثیر)

(۲) یعنی دنیا میں ان کے درمیان آپس میں جو خصوصی تعلق تھا' وہ ختم کر دیا جائے گا اور یہ ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے اور ان کے معبود اس بات کا ہی انکار کریں گے کہ یہ لوگ ان کی عبادت کرتے تھے' ان کو مدد کے لیے پکارتے تھے' ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے تھے۔

(۳) یہ انکار کی وجہ ہے کہ ہمیں تو کچھ پتہ ہی نہیں' تم کیا کچھ کرتے تھے اور ہم جھوٹ بول رہے ہوں تو ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور وہ کافی ہے' اس کی گواہی کے بعد کسی اور ثبوت کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی۔ یہ آیت اس بات پر نص صریح ہے کہ مشرکین جن کو مدد کے لیے پکارتے تھے' وہ محض پتھر کی مورتیاں نہیں تھیں (جس طرح کہ آج کل کے قبر پرست اپنی قبر پرستی کو جائز ثابت کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ اس قسم کی آیات تو بتوں کے لیے ہیں) بلکہ وہ عقل و شعور رکھنے والے افراد ہی ہوتے تھے جن کے مرنے کے بعد لوگ ان کے مجسّمے اور بت بنا کر پوجنے شروع کر دیتے تھے۔ جس طرح کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے طرز عمل سے بھی ثابت ہے جس کی تصریح صحیح بخاری میں موجود ہے۔ دوسرا یہ بھی معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد' انسان کتنا بھی نیک ہو' حتیٰ کہ نبی و رسول ہو۔ اسے دنیا کے حالات کا علم نہیں ہوتا۔ اس کے متبعین اور عقیدت منداسے مدد کے لیے پکارتے ہیں اس کے نام کی نذر نیاز دیتے ہیں' اس کی قبر پر میلے ٹھیلے کا انتظام کرتے ہیں' لیکن وہ بے خبر ہوتا ہے اور ان تمام چیزوں کا انکار ایسے لوگ قیامت والے دن کریں گے۔ یہی بات سورۂ احقاف آیت ۵'۶ میں بھی بیان کی گئی ہے۔

(۴) یعنی جان لے گا یا مزہ چکھ لے گا۔

(۵) یعنی کوئی معبود اور "مشکل کشا" وہاں کام نہیں آئے گا۔ کوئی کسی کی مشکل کشائی پر قادر نہیں ہو گا۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾

آپ کہیے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ ضرور وہ یہی کہیں گے کہ ''اللہ''[1] تو ان سے کہیے کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے۔ (۳۱)

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾

سو یہ ہے اللہ تعالیٰ جو تمہارا رب حقیقی ہے۔ پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے، پھر کہاں پھرے جاتے ہو؟[2] (۳۲)

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

اسی طرح آپ کے رب کی یہ بات کہ یہ ایمان نہ لائیں گے، تمام فاسق لوگوں کے حق میں ثابت ہو چکی ہے۔[3] (۳۳)

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾

آپ یوں کہیے کہ کیا تمہارے شرکا میں کوئی ایسا ہے جو پہلی بار بھی پیدا کرے، پھر دوبارہ بھی پیدا کرے؟ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ

---

(۱) - اس آیت سے بھی واضح ہے کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کی مالکیت، خالقیت، ربوبیت اور اس کے مدبر الامور ہونے کو تسلیم کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود چونکہ وہ اس کی الوہیت میں دوسروں کو شریک ٹھہراتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں جہنم کا ایندھن قرار دیا۔ آج کل کے مدعیان ایمان بھی اسی توحید الوہیت کے منکر ہیں۔ فَتَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ (هَدَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی).

(۲) یعنی رب اور الٰہ (معبود) تو یہی ہے، جس کے بارے میں تمہیں خود اعتراف ہے کہ ہر چیز کا خالق و مالک اور مدبر وہی ہے، پھر اس معبود کو چھوڑ کر جو تم دوسرے معبود بنائے پھرتے ہو، وہ گمراہی کے سوا کچھ نہیں تمہاری سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آتی؟ تم کہاں پھرے جاتے ہو؟

(۳) یعنی جس طرح یہ مشرکین تمام تر اعتراف کے باوجود اپنے شرک پر قائم ہیں اور اسے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں، اسی طرح تیرے رب کی یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ غلط راستہ چھوڑ کر صحیح راستہ اختیار کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں تو ہدایت اور ایمان انہیں کس طرح نصیب ہو سکتا ہے؟ یہ وہی بات ہے جسے دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا گیا ہے ﴿ وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ (الزمر-۷۱) ''لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہو گئی''۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ۭ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۞

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَـيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۞

بھی پیدا کرے گا- پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو؟[1] (۳۴)

آپ کہئے کہ تمہارے شرکا میں کوئی ایسا ہے کہ حق کا راستہ بتاتا ہو؟ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی حق کا راستہ بتاتا ہے-[2] تو پھر آیا جو شخص حق کا راستہ بتاتا ہو وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ شخص جس کو بغیر بتائے خود ہی راستہ نہ سوجھے؟[3] پس تم کو کیا ہو گیا ہے تم کیسے فیصلے کرتے ہو-[4] (۳۵)

اور ان میں سے اکثر لوگ صرف گمان پر چل رہے ہیں- یقیناً گمان، حق (کی معرفت) میں کچھ بھی کام نہیں دے سکتا[5] یہ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناً اللہ کو سب خبر ہے-[6] (۳۶)

---

(۱) مشرکین کے شرک کے کھوکھلے پن کو واضح کرنے کے لیے ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ بتلاؤ جنہیں تم اللہ کا شریک گردانتے ہو، کیا انہوں نے اس کائنات کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے؟ یا دوبارہ اسے پیدا کرنے پر قادر ہیں؟ نہیں، یقیناً نہیں- پہلی مرتبہ بھی پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے اور روز قیامت دوبارہ وہی سب کو زندہ کرے گا- تو پھر تم ہدایت کا راستہ چھوڑ کر، کہاں پھرے جا رہے ہو؟

(۲) یعنی بھٹکے ہوئے مسافرین راہ کو راستہ بتانے والا اور دلوں کو گمراہی سے ہدایت کی طرف پھیرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے- ان کے شرکا میں سے کوئی ایسا نہیں جو یہ کام کر سکے-

(۳) یعنی پھر پیروی کے لائق کون ہے؟ وہ شخص جو دیکھتا سنتا اور لوگوں کی حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے؟ یا وہ جو اندھے اور بہرے ہونے کی وجہ سے خود راستے پر چل بھی نہیں سکتا، جب تک کہ دوسرے لوگ اسے راستے پر نہ ڈال دیں یا ہاتھ پکڑ کر نہ لے جائیں؟

(۴) یعنی تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تم کس طرح اللہ کو اور اس کی مخلوق کو برابر ٹھہرائے جا رہے ہو؟ اور اللہ کے ساتھ تم دوسروں کو بھی شریک عبادت بنا رہے ہو؟ جب کہ ان دلائل کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اسی ایک اللہ کو معبود مانا جائے اور عبادت کی تمام قسمیں صرف اسی کے لیے خاص مانی جائیں-

(۵) لیکن بات یہ ہے کہ لوگ محض اٹکل پچو باتوں پر چلنے والے ہیں حالانکہ جانتے ہیں کہ دلائل کے مقابلے میں اوہام و خیالات اور ظن و گمان کی کوئی حیثیت نہیں- قرآن میں ظن، یقین اور گمان دونوں معنی میں استعمال ہوا ہے- یہاں دوسرا معنی مراد ہے-

(۶) یعنی اس ہٹ دھرمی کی وہ سزا دے گا- کہ دلائل نہ رکھنے کے باوجود، یہ محض اوہام باطلہ اور ظنون فاسدہ کے پیچھے لگے رہے اور عقل و فہم سے ذرا کام نہ لیا-

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾

اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اللہ (کی وحی) کے بغیر (اپنے ہی سے) گھڑ لیا گیا ہو۔ بلکہ یہ تو (ان کتابوں کی) تصدیق کرنے والا ہے جو اس کے قبل (نازل) ہو چکی ہیں[۱] اور کتاب (احکام ضروریہ) کی تفصیل بیان کرنے والا ہے[۲] اس میں کوئی بات شک کی نہیں[۳] کہ رب العالمین کی طرف سے ہے[۴]۔ (۳۷)

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾

کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو گھڑ لیا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورت لاؤ اور جن جن غیر اللہ کو بلا سکو' بلا لو اگر تم سچے ہو۔[۵] (۳۸)

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کو اپنے احاطۂ علمی میں نہیں لائے[۶] اور ہنوز ان کو اس کا اخیر نتیجہ نہیں ملا۔[۷]

---

(۱) جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قرآن گھڑا ہوا نہیں ہے' بلکہ اسی ذات کا نازل کردہ ہے جس نے پچھلی کتابیں نازل فرمائی تھیں۔

(۲) یعنی حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تفصیل بیان کرنے والا۔

(۳) اس کی تعلیمات میں' اس کے بیان کردہ قصص و واقعات میں اور مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں۔

(۴) یہ سب باتیں واضح کرتی ہیں کہ یہ رب العالمین ہی کی طرف سے نازل ہوا ہے' جو ماضی اور مستقبل کو جاننے والا ہے۔

(۵) ان تمام حقائق و دلائل کے بعد بھی' اگر تمہارا دعویٰ یہی ہے کہ یہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گھڑا ہوا ہے' تو وہ بھی تمہاری ہی طرح کا ایک انسان ہے' تمہاری زبان بھی اسی کی طرح عربی ہے۔ وہ تو ایک ہے' تم اگر اپنے دعوے میں سچے ہو تو تم دنیا بھر کے ادیبوں' فصحا و بلغا کو اور اہل علم و اہل قلم کو جمع کر لو اور اس قرآن کی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مثل بنا کر پیش کر دو۔ قرآن کریم کا یہ چیلنج آج تک باقی ہے' اس کا جواب نہیں ملا۔ جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ قرآن' کسی انسانی کاوش کا نتیجہ نہیں ہے' بلکہ فی الواقع کلام الٰہی ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا ہے۔

(۶) یعنی قرآن میں تدبر اور اس کے معانی پر غور کیے بغیر' اس کی تکذیب پر تل گئے۔

(۷) یعنی قرآن نے جو پچھلے واقعات اور مستقبل کے امکانات بیان کئے ہیں' اس کی پوری سچائی اور حقیقت بھی ان پر واضح نہیں ہوئی' اس کے بغیر ہی تکذیب شروع کر دی' یا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ انہوں نے قرآن پر کماحقہ تدبر کئے بغیر ہی اس کی تکذیب کر دی حالانکہ اگر وہ صحیح معنوں میں اس پر تدبر کرتے اور ان امور پر غور کرتے' جو اس کے کلام الٰہی